خطبہ جمعہ

متفرق شہداء احمدیت کی شہادتوں کا دلگداز تذکرہ

دنیا میں جتنی ترقیات احمدیت کو نصیب ہو رہی ہیں انہی شہداء کے خون کے قطرے رنگ لا رہے ہیں

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۲؍ جولائی ۱۹۹۹ء بمطابق ۲؍ وفا ۱۳۷۸ھ ہجری شمسی
بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْابِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ . اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ. وَلَا تَقُوْلُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ. بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾۔(سورۃ البقرہ آیات ۱۵۴ تا ۱۵۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے مدد طلب کرتے رہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔ شہداء کے ذکر کے تسلسل میں پہلے چند خلافت ثالثہ کے شہداء کا ذکر کیا جائے گا جو پہلے ہونے سے رہ گیا تھا بعد میں خلافت رابعہ کے شہداء کا ذکر شروع کر دیا جائے گا۔

ملک محمد انور صاحب ابن ملک محمد شفیع صاحب تاریخ شہادت ۲۲؍ اگست ۱۹۷۸ء۔ آپ ۱۹۴۵ء میں قادیان میں مکرم محمد شفیع صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ کے دادا محترم ملک محمد بوٹا صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء میں سے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد آپ کے والد صاحب تلاشِ معاش کے سلسلہ میں مختلف جگہوں پر کام کرتے رہے۔ شہادت کے وقت آپ اور آپ کے والدین چک نمبر ۴۵ مرڑ نزد سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ میں مقیم تھے۔ آپ کو دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ چک نمبر ۴۵ مرڑ کے ایک سکول ٹیچر مکرم رانا محمد لطیف صاحب جب آپ کی کوششوں کے نتیجہ میں احمدی ہوئے تو گاؤں کے لوگ کھلے عام آپ کی مخالفت کرنے لگے۔

۲۲؍ اگست ۱۹۷۸ء بمطابق ۱۷؍ رمضان المبارک صبح کے وقت آپ کے ایک غیر احمدی چچا ملک محمد رمضان صاحب سانگلہ ہل سے دوائی لے کر آ رہے تھے۔ رستہ میں ان پر ان کے دشمنوں نے حملہ کیا مگر وہ تانگہ پر ہونے کی وجہ سے معمولی زخمی ہوئے۔ مخالف لاٹھیوں اور برچھیوں سے مسلح تھے۔ وہ پیچھا کرتے ہوئے چلے آئے۔ مکرم ملک محمد انور صاحب اور آپ کے والد صاحب نے جب گلی میں شور سنا تو گھر سے باہر نکل آئے کہ معلوم ہو کیا معاملہ ہے۔ ان کے چچا پر حملہ آور ہونے والوں نے جب ان کو دیکھا تو انہوں نے ان کے چچا کو چھوڑ دیا اور ان کو اور اُن کے والد صاحب کو گھیرے میں لے کر ان پر لاٹھیوں اور برچھیوں سے حملہ کر دیا۔ جب آپ شدید زخمی ہو کر گر پڑے تو یہ نعرہ لگاتے ہوئے اور بھنگڑا ڈالتے ہوئے بھاگ گئے کہ "ایک مرزائی کو ہم نے لے لیا مگر دوسرا بچ گیا"۔

ملک محمد انور صاحب کو انتہائی زخمی حالت میں فوری طور پر سانگلہ ہل سے فیصل آباد ہسپتال پہنچایا گیا جہاں پر مکرم ڈاکٹر ولی محمد صاحب نے آپ کا آپریشن کیا مگر تلی کٹ جانے کے باعث آپ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اُسی رات اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ بوقت شہادت آپ کی عمر چونتیس سال تھی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ملک محمد شفیع صاحب کو بھی اپنے بیٹے کو بچاتے ہوئے شدید زخم آئے مگر وہ شہادت ان کے نصیب میں نہ تھی اور ان کے بیٹے کو عطا ہو گئی۔

پسماندگان: شہید مرحوم کی بیوہ کا نام صدیقہ بیگم تھا۔ بیٹا ملک محمد سرور اور والد ملک محمد شفیع صاحب جو محلہ دار العلوم شرقی ربوہ میں رہتے ہیں۔

مولوی نور احمد ولد غلام محمد جُو صاحب۔ موضع کوریل ضلع اسلام آباد (مقبوضہ کشمیر) تاریخ شہادت ۵؍ اپریل ۱۹۷۹ء۔ مولوی نور احمد پیدائشی احمدی تھے۔ پرائمری کے بعد قادیان گئے اور مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ۱۹۳۷ء میں مولوی فاضل پاس کرنے کے بعد ریاست کشمیر کے محکمہ تعلیم میں ملازم ہوئے اور کٹھوعہ اور کشتواڑ کے دور دراز علاقوں میں طویل عرصہ بطور استاد کام کرنے کے بعد اپنے قریبی گاؤں مُنز گام میں اپنی ملازمت پوری کی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی زمینوں وغیرہ کو سنبھالا اور ۱۹۷۸ء کے سالانہ جلسہ قادیان میں شمولیت کے لئے آئے مگر کشمیر سے آپ کے بھانجے کی اچانک وفات کی اطلاع ملنے پر کشمیر چلے گئے۔

ابھی آپ کو کشمیر پہنچے چند روز ہی ہوئے تھے کہ ۴؍ اپریل ۱۹۷۹ء کو پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کو جب پھانسی دی گئی تو کشمیر میں لوگوں نے جماعت اسلامی کے دیہات پر حملے شروع کر دئے۔ 5 اپریل کو حملوں کا رُخ جماعت احمدیہ کی طرف مڑ گیا یا موڑ دیا گیا۔ مولوی نور احمد صاحب کے گاؤں کوریل کی اکثر آبادی احمدیوں پر مشتمل ہے اور اس سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر آسنور گاؤں ہے جو کوریل سے بہت بڑا ہے اور اس کی بھی ساری آبادی احمدی ہے۔ ۵؍ اپریل ۱۹۷۹ء کو دن کے دو بجے ہزاروں لوگوں پر مشتمل ہجوم آپ کے گاؤں کوریل میں داخل ہوا اور احمدیوں کے پندرہ گھروں کو آگ لگانے اور لوٹنے کے بعد مولوی نور احمد صاحب کے گھر کا رُخ کیا۔ مولوی صاحب نے اپنے مکان کی تیسری منزل پر اپنے دو بیٹوں مسعود احمد اور شمیم احمد کے ساتھ مل کر حملہ آوروں پر فائرنگ شروع کر دی۔ فائرنگ کے نتیجہ میں ہجوم پیچھے ہٹ جاتا اور پھر حملہ آور ہوتا۔ اس طرح ساڑھے چار بج گئے۔ غالبًا آپ کے پاس کارتوس ختم ہو گئے تھے۔ چنانچہ حملہ آور گھر میں داخل ہو گئے۔ آپ کے دونوں بیٹے تو بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے مگر مولوی نور احمد صاحب حملہ آوروں کے قابو میں آ گئے۔ دشمن آپ کو گھسیٹ کر صحن میں لے آیا اور پتھروں سے کوٹ کوٹ کر آپ کو شہید کر دیا۔ حملہ آور آپ کی لاش کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ان حملہ آوروں میں بہت سے نوجوان آپ کے شاگرد بھی تھے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

شہید نے اپنے پیچھے اپنی اہلیہ آمنہ بیگم، دو بیٹے مسعود احمد اور شمیم احمد اور ایک بیٹی چھوڑے ہیں۔ ۴؍ اور ۵؍ اپریل کے اس سانحہ میں وادیٔ کشمیر میں اور بھی مختلف احمدی دیہات میں احمدیوں کے چار سو گھر لوٹے اور جلائے گئے تھے اور کئی مساجد شہید کر دی گئی تھیں۔

بشیر احمد رشید احمد صاحب آف سری لنکا۔ تاریخ شہادت ۲۷؍ جون ۱۹۷۹ء۔ مکرم بشیر احمد رشید احمد صاحب، مکرم جے رشید احمد صاحب آف نیگومبو سری لنکا کے بیٹے تھے۔ آپ کے دادا محمد جمال الدین صاحب نے احمدیت قبول کی اور نیگومبو میں جماعت کے ابتدائی احمدیوں میں شمار ہوئے۔

۱۹۷۸ء میں جماعت احمدیہ سری لنکا کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجہ میں ملاؤں نے جماعت کی مخالفت بڑے زور شور سے شروع کر دی اور مولویوں کی زیر نگرانی احمدی دوستوں کے گھروں پر حملے شروع ہوئے اور بہت سے گھر جلائے گئے۔ احمدیہ مسجد کو بھی آگ لگائی گئی۔ یہ صورتحال تقریباً ایک سال تک جاری رہی۔

جون ۱۹۷۹ء میں بشیر احمد صاحب دو خدام کے ہمراہ نماز عشاء کے بعد مسجد سے گھر آ رہے تھے کہ چار غنڈوں نے چاقوؤں اور خنجروں سے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ کے جسم پر چاقوؤں کے اٹھارہ زخم آئے جن کے نتیجہ میں بشیر احمد صاحب موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کی شہادت کے وقت بائیس سال عمر تھی اور غیر شادی شدہ تھے۔ آپ کی والدہ ابھی زندہ ہیں۔ ان حملہ آوروں کے خلاف مقدمہ کیا گیا لیکن حکومت میں اُن کے اثر و رسوخ کی وجہ سے فیصلہ اُن کے حق میں ہوا اور اُن کو بری کر دیا گیا لیکن خدا کی عدالت سے یہ لوگ بچ نہ سکے۔ ان میں سے ایک

شخص چلتی گاڑی کی زد میں آگیا اور اس کے جسم کے ٹکڑے اڑ گئے۔ دوسرے کو اپنے ہی ساتھیوں نے چاقوؤں سے حملہ کر کے ہلاک کر دیا اور اسے بھی ریلوے لائن پر پھینک دیا۔ باقی دونوں دماغی توازن کھو بیٹھے اور لمبے عرصہ تک پاگل خانے اور ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ یہ دونوں اگرچہ ابھی تک زندہ ہیں مگر انتہائی تکلیف دہ حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ نہ مُردوں میں شمار ہیں نہ زندوں میں۔

حضرت منشی علم دین صاحب۔ کوٹلی آزاد کشمیر۔ تاریخ شہادت ۱۳ر اگست ۱۹۷۹ء۔ حضرت منشی صاحب نے ۱۹۳۴ء میں کافی جستجو اور مطالعہ کے بعد شرح صدر کے بعد احمدیت قبول کی۔ قبولِ احمدیت سے قبل جلسہ سالانہ پر قادیان بھی جاتے رہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعودؓ کے خطبات اور کتب کا مطالعہ بھی کرتے رہے۔ احمدیت قبول کرنے سے قبل آپ کٹر اہل حدیث تھے۔ آپ چونکہ عرائض نویس تھے اس لئے جو لوگ آپ کے پاس درخواستیں لکھوانے کی غرض سے آتے، آپ انہیں تبلیغ کرتے رہتے۔ بعض اوقات انہیں کہتے کہ الفضل کا یہ صفحہ پڑھ کر سناؤ تو تمہاری درخواست لکھنے کا معاوضہ نہیں لوں گا۔ جس دن آپ کی شہادت ہوئی اس سے پہلے تمام رات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گزاری۔ آپ شہادت کے روز یعنی ۱۳ر اگست ۱۹۷۹ء کو دن کے تقریباً ساڑھے نو بجے گھر سے کچہری کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ دشمن نے آپ کا گلا کاٹ کر آپ کو شہید کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

خدائی انتقام:۔ قاتل کے قید ہونے پر گو اس کے خاندان نے اُسے بغرضِ علاج ضمانت پر تو رہا کرا لیا تھا لیکن تقدیرِ الٰہی غالب آکر رہی اور قاتل پاگل ہو گیا اور گھر والوں کے لئے اور علاقہ کے لئے وحشت، خوف اور دہشت کی ایک علامت بن گیا۔ گھر والے اسے مقفّل رکھتے۔ پھر اس کے خاندان نے مختلف ذرائع سے اس کے قول و فعل کی ذمہ داری سے اعلانیہ بریّت کا اعلان کر دیا اور اسے آزاد چھوڑ دیا۔ قاتل احمدی کاروباری حضرات کی دکانوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پہروں کھڑا رہتا تھا۔ شاید ضمیر کی ملامت کی وجہ سے یا الٰہی پکڑ کے خوف سے۔ پھر عرصہ سات سال، گیارہ ماہ اور بیس دن کی ذلّت آمیز زندگی گزارنے کے بعد قاتل نے ۳ر مارچ ۱۹۸۷ء کو نشہ آور دوائیں کھا کر خودکشی کر لی۔ ہر شریف النفس شہری قاتل کی موت کو الٰہی قہر گردانتا ہے۔ اور وہ علاقہ کے لئے عبرت کا نشان بن گیا۔ قاتل کے خاندان کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ والد کبر سنی اور جوان اولاد کی ناگہانی اور قہری موت کی وجہ سے حواس باختہ ہو چکا ہے اور سارا خاندان ہی قہرِ الٰہی کا نشانہ بن چکا ہے۔

چودھری مقبول احمد صاحب۔ پنوں عاقل سندھ۔ تاریخ شہادت ۱۹ر فروری ۱۹۸۲ء۔ مقبول شہید کی بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر مقبول احمد نے ۱۹۶۷ء میں بیعت کی تھی۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد مولوی آپ کو بہت تنگ کرتے، دھمکیاں دیتے، رات کو گھروں پر پتھراؤ کرتے اور دروازے کھٹکھٹاتے تھے۔ آپ کا لکڑی کا آرا تھا۔ ایک دن ایک نقاب پوش لکڑی خریدنے کے بہانے آیا اور خنجر نکال کر آپ پر پے در پے وار کئے اور وہیں شہید کر دیا۔

شہادت کے بعد ان کے بیوی کے سسرال والوں نے جو غیر احمدی تھے بیوی سے کہا کہ احمدیت چھوڑ دو تو ہم تمہیں پناہ دیں گے۔ دشمن بھی دھمکیاں دیتے رہے کہ احمدیت چھوڑ دو اور ہمارے ساتھ مل جاؤ لیکن انہوں نے ان سب باتوں کو حقارت سے رد کر دیا اور ان سے کہا کہ جو کچھ کر سکتے ہو کر گزرو، کسی قیمت پر بھی میں احمدیت کو نہیں چھوڑوں گی جس کی خاطر میرے شوہر کو آپ نے شہید کیا ہے۔

پسماندگان میں بیوہ، دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ شہید کے بڑے بیٹے عتیق الرحمان صاحب آسٹریلیا میں مقیم ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ بڑی بیٹی رضیہ بیگم صاحبہ بھی شادی شدہ ہیں۔ باقی بچے والدہ کے ہمراہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آباد ہیں۔

یہ خلافت ثالثہ کے بقیہ شہداء کا ذکر تھا۔ اب **خلافت رابعہ کے شہداء** کی پہلی قسط پیش کی جا رہی ہے۔

ماسٹر عبدالحکیم ابڑو شہید۔ وارہ ضلع لاڑکانہ (سندھ)۔ تاریخ شہادت ۱۶ر اپریل ۱۹۸۳ء۔ محترم ماسٹر عبدالحکیم ابڑو شہید دورِ خلافتِ رابعہ کے پہلے اور سندھ میں سندھی قوم کے بھی پہلے شہید ہیں۔ ۱۰ر اپریل ۱۹۳۲ء کو پیدا ہوئے۔ نہایت غربت اور تنگدستی میں پرورش پائی اور ایامِ طفولیت میں ہی شفقتِ پدری سے محروم ہو گئے۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ تعلیم جاری رکھتے ہوئے سندھ یونیورسٹی سے ایم۔اے، ایم۔ایڈ پاس کر لیا۔ قرآن کریم کے عاشق تھے۔ گھر میں بچوں کو اس وقت تک ناشتہ کی اجازت نہ تھی جب تک تلاوت قرآن کریم نہ کر لیں۔ تبلیغ کے شیدائی تھے اور کوئی موقع پیغامِ حق پہنچانے کا ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ حتیٰ کہ سرکاری دفاتر میں جماعتی اخبارات اور رسائل جاری کروا دیئے۔ خلافت احمدیہ سے آپ کو عشق تھا۔ خود بھی بار بار مرکز تشریف لاتے اور دوسروں کو بھی نہ صرف تلقین کرتے بلکہ بعض کے سفر کے اخراجات بھی خود برداشت کرتے۔ بوقتِ شہادت جماعت احمدیہ وارہ کے صدر تھے۔

واقعہ شہادت: ۱۶ر اپریل ۱۹۸۳ء کو صبح دو بجے کے قریب دو آدمی آپ کے گھر میں گھس آئے۔ اُن کے پاس کلہاڑیاں تھیں۔ اُن کا ارادہ ابتداءً صرف آپ کو ختم کرنا تھا۔ آپ اس وقت سو رہے تھے۔ انہوں نے آپ پر کلہاڑیوں کے پے در پے وار کئے۔ حملہ آوروں اور شہید کی آوازیں سن کر باقی افرادِ خانہ بھی بیدار ہو گئے۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم ریاض احمد صاحب ناصر مربی سلسلہ نے جو اُن دنوں جامعہ احمدیہ میں پڑھتے تھے اور چھٹیوں پر گھر آئے ہوئے تھے، حملہ آوروں میں سے ایک کو پکڑنے کی کوشش کی مگر اُن کو بھی زخمی کر دیا گیا اور وہ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ کے سر پر بھی کلہاڑی کے کاری زخم لگائے گئے اور آپ کی ایک بچی بھی زخمی ہوء۔ آپ نے زخمی ہونے کی حالت میں بھی لوگوں سے یہی کہا کہ جس مسلک کو میں نے اپنایا ہے خدا کی قسم وہ جھوٹا نہیں ہے، نہ ہی میں نے کوئی بزدلی دکھائی ہے اور نہ ہی میرے قدم اس رستے میں ڈگمگائے ہیں۔ ہاں میرے مقدر میں اے مخالفو! شہادت ہے اور تمہارے مقدر میں نحوست اور ہلاکت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ پھر آپ نے بآوازِ بلند سندھی میں یہ نعرہ لگایا احمدیت سچی آہے، احمدیت سچی آہے۔ آپ نے حالتِ نزع میں اپنے واقفِ زندگی بیٹے ریاض احمد ناصر کو نصیحت فرمائی کہ "میں تو اب بچ نہیں سکوں گا۔ مگر یاد رکھو کہ احمدیت بالکل سچی اور برحق ہے اور تم اپنا وقف ہرگز نہ توڑنا"۔ حملہ کے قریباً ایک گھنٹہ بعد آپ مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کی نماز جنازہ کھنڈو میں ہوئی۔ آپ کے گھر کے پاک نمونہ اور آپ کی بلاامتیاز خدمت خلق کے غیر احمدی بھی معترف تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بارہ ہزار لوگ آپ کے جنازے میں شریک تھے جن میں ماحول کے دیہات کے لوگ بھی بکثرت شامل تھے۔ بہت سے غیر احمدی افراد بھی دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ پہلے آپ کو کھنڈو میں امانتاً دفن کیا گیا اور پھر ۲۶ر دسمبر ۱۹۸۳ء کو میت ربوہ لائی گئی جہاں بہشتی مقبرہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق آپ کے جسم پر کلہاڑیوں کے ستائیس زخم تھے جن میں سے بعض دو سے تین انچ تک گہرے تھے۔ جب صبح کو ہائی سکول کے لڑکوں کو اپنے مہربان اور شفیق استاد کے وحشیانہ قتل کی خبر ملی تو انہوں نے جلوس نکالا اور حکومت سے قاتلوں کی گرفتاری اور اُن پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلانے کا مطالبہ کیا۔ قاتل ۱۶ر اور ۱۷ر اپریل کو گرفتار کر لئے گئے۔

پسماندگان میں شہید مرحوم نے بیوہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور چار بیٹے یادگار چھوڑے۔ بڑے بیٹے مکرم ریاض احمد صاحب ناصر مربی سلسلہ ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ دوسرے بیٹے امتیاز احمد صاحب ابڑو آسٹریلیا میں ہیں اور شادی شدہ ہیں۔ باقی دو بیٹے مکرم افتخار احمد صاحب ابڑو اور مکرم عبدالسمیع صاحب ابڑو اور دو بچیاں مکرمہ تہمینہ پروین صاحبہ اور مکرمہ امۃ الاعلیٰ نصرت پری صاحبہ والدہ کے ساتھ ربوہ میں مقیم ہیں۔ جبکہ تیسری بیٹی مکرمہ نعیمہ پروین صاحبہ شادی شدہ ہیں اور اُن کے شوہر سیف اللہ شاہ صاحب ٹرانسپورٹ کا کام کرتے ہیں۔

ڈاکٹر مظفر احمد صاحب شہید۔ ڈیٹرائٹ (امریکہ)۔ یوم شہادت ۸ر اگست ۱۹۸۳ء۔ امریکہ کی سرزمین پر اپنے خون سے شجر احمدیت کی آبیاری کرنے والے پہلے شہید ڈاکٹر مظفر احمد صاحب ۱۹۴۶ء میں ماہل پور ضلع ہوشیارپور میں پیدا ہوئے۔ اس طرح شہادت کے وقت ان کی عمر صرف ۳۷ سال تھی۔ آپ کے والد محترم کا نام رشید احمد تھا۔ آپ نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے F.Sc کرنے کے بعد کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ۱۹۷۱ء میں M.B.B.S کیا اور پھر آرمی میڈیکل کور میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۷۵ء میں امریکہ چلے گئے اور بہت سے ہسپتالوں میں کام کرنے کے بعد بالآخر ریاست مشی گن کے شہر ڈیٹرائٹ میں کام شروع کر دیا۔ آپ نہ صرف ایک اچھے ڈاکٹر تھے بلکہ ایک کامیاب داعی الی اللہ بھی تھے۔ شہادت کے وقت بھی آپ امریکہ کے نیشنل جنرل سیکرٹری اور علاقائی قائد کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ عیسائیت کے موضوع پر آپ خاص دسترس رکھتے تھے چنانچہ آپ اپنے سٹاف کے عیسائی ممبران کے ساتھ عیسائیت کے موضوع پر بحث مباحثہ کرتے رہتے۔ ۱۹۸۳ء کے جلسہ سالانہ امریکہ میں شمولیت کی تیاری کر رہے تھے کہ ۸ر اور ۹ر اگست کی درمیانی رات ایک سیاہ فام آپ کو ملنے گھر آیا۔ آپ اُسے تبلیغ کرتے رہے۔ بعد ازاں جب آپ اس کو الوداع کہہ کر دروازے کی طرف مڑے تو اس نے پیچھے سے فائر کر دیا۔ ایک گولی گردن کے پیچھے لگی، دو اور گولیاں آپ کے چہرے اور بازوؤں میں سے گزر گئیں اور آپ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون. بعد ازاں اسی قاتل نے جماعتی مرکز کو بھی بم سے اڑانے کی کوشش کی لیکن خود بھی ساتھ ہی جل مرا اور اس طرح کیفر کردار کو پہنچا۔

۵/اگست ۱۹۸۳ء کو شہید کی میّت دو بجے شب کراچی پہنچی اور ۱۶/اگست کو آپ کی میّت پہلے لاہور، چونڈہ اور پھر اسی روز ربوہ لائی گئی۔ ربوہ میں شہید کا جنازہ میں نے پڑھایا اور شام چھ بجے آپ کو سپردِ خاک کردیا گیا۔ اِن کی شہادت پر مَیں نے ۱۲/اگست ۱۹۸۳ء کو مسجد اقصیٰ میں خطبہ جمعہ کے دوران کہا "اے ڈیٹرائٹ اور امریکہ کے دوسرے شہروں میں بسنے والے احمدیو! اور وہ بھی جو امریکہ سے باہر بس رہے ہو یعنی اے مشرق اور مغرب میں آباد اسلام کے جانثارو! اِس عارضی غم سے مضمحل نہیں ہونا کہ یہ اَن گنت خوشیوں کا پیش خیمہ بننے والا ہے"۔ **دنیا میں جتنی ترقیات احمدیت کو نصیب ہو رہی ہیں انہی شہداء کے خون کے قطرے رنگ لا رہے ہیں۔**

"اس شہید کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہے اور اُس راستہ سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹو جس پر چلتے ہوئے وہ مردِ صادق بہت آگے بڑھ گیا۔ تمہارے قدم نہ ڈگمگائیں، تمہارے ارادے متزلزل نہ ہوں"۔ .... "اے مظفر تجھ پر سلام کہ تیرے عقب میں لاکھوں مظفر آگے بڑھ کر تیری جگہ لینے کیلئے بیقرار ہیں۔ اور اے مظفر کے شعلۂ حیات کو بجھانے والو! تم نے تو اُسے ابدی زندگی کا جام پلا دیا۔ زندگی اس کے حصّہ میں آئی اور موت تمہارے مقدر میں لکھی گئی"۔

پسماندگان میں بیوہ مکرمہ آسیہ بیگم صاحبہ کے علاوہ دو بیٹے چھوڑے۔ بڑے بیٹے عزیزم غضنفر احمد صاحب آپکی شہادت کے وقت چار سال کے تھے اور اس وقت میری لینڈ یونیورسٹی میں کمپیوٹر انجینئرنگ میں ڈگری کر رہے ہیں۔ دوسرے بیٹے جعفر منصور احمد، باپ کی شہادت کے دو ماہ بعد پیدا ہوئے۔ اس وقت پندرہ سال کے ہیں اور ہائی سکول کی تعلیم مکمل کرکے آگے پڑھ رہے ہیں۔

شیخ ناصر احمد شہید۔ اوکاڑہ۔ تاریخ شہادت ۱۸/ستمبر ۱۹۸۳ء۔ مکرم شیخ ناصر احمد صاحب ۱۹۴۲ء میں موگہ ضلع فیروزپور انڈیا میں محترم شیخ فضل محمد صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا حضرت شیخ دین محمد صاحب کو 1903ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریری بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ کے والدین اوکاڑہ میں آباد ہوئے اور کپڑے کا کاروبار شروع کیا۔ آپ بھی اپنے والد کے ساتھ کاروبار میں شریک ہوگئے اور کچھ عرصہ بعد اپنا علیحدہ کاروبار شروع کردیا۔ جو گاہک ایک دفعہ آتا وہ آپ کے حُسنِ سلوک اور دیانتداری سے متاثر ہوتا اور آپ کے اخلاق کا گرویدہ ہو جاتا۔ مرحوم سلسلہ کے فدائی تھے اور نظام خلافت سے بہت اخلاص کا تعلق رکھتے تھے۔

۱۶/ستمبر ۱۹۸۳ء کے خطبہ جمعہ میں جب مَیں نے ڈاکٹر مظفر احمد شہید امریکہ کا ذکر کیا تو آپ کی طبیعت پر اس کا بہت گہرا اثر ہوا اور آپ نے انتہائی حسرت سے یہ جملہ کہا کہ: "یہ تو قسمت والوں کو ملتی ہے" یعنی شہادت تو قسمت والوں کو ملتی ہے۔ اور "ایسی زندگی کا کوئی نعم البدل نہیں ہے"۔ دو دن بعد ہی ۱۸/ستمبر ۱۹۸۳ء کو عید الاضحیٰ کی نماز ادا کرنے کے بعد واپس اپنے گھر آئے تو قربانی کا بکرا ذبح کرنے والے قصاب کی آمد میں قدرے تاخیر ہونے پر اسے دیکھنے گھر سے باہر نکلے ہی تھے کہ ایک شقی القلب محمد اسلم نے احمدیت دشمنی میں ان کی پسلی میں چھرا گھونپ دیا۔ خون بہنے لگا لیکن آپ کو اس بات کا احساس نہ ہوا کہ زخم کاری ہے۔ زخم پر ہاتھ رکھ کر خود ہی قریبی ڈاکٹر کے پاس گئے۔ ڈاکٹر نے زخم کی نوعیت دیکھ کر ہسپتال جانے کا مشورہ دیا۔ بھائیوں نے آپ کو سی۔ایم۔ایچ اوکاڑہ چھاؤنی پہنچایا۔ اس عرصہ میں خون کافی بہہ چکا تھا جس کی وجہ سے آپ جانبر نہ ہوسکے اور عزیزوں سے باتیں کرتے کرتے دم توڑدیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

قاتل کو پولیس کے حوالہ کیا گیا۔ یہ شخص اسی شہر کا رہنے والا تھا۔ اس نے بیان دیا کہ میں نے قتل کیا ہے کیونکہ ناصر نے رسول اکرم ﷺ کی بہت توہین کی (نعوذباللہ من ذلك) جسے میں برداشت نہ کرسکا۔ حالانکہ وار کرنے سے پہلے آپ کی اس سے کبھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ ۵/فروری ۱۹۸۵ء کو محمد الیاس ایڈیشنل سیشن جج اوکاڑہ نے مجرم کو صرف تین سال قید کی سزا دی اور فیصلہ میں لکھا کہ قاتل چونکہ پہلے ہی دو سال سے جیل میں ہے اس لئے یہ دو سال اس کی سزا سے منہا ہوں گے۔

پسماندگان میں شہید مرحوم نے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹی اور چار بیٹے یادگار چھوڑے۔ جن ایسے لوگوں کا ذکر ہوتا ہے اگر کسی کے علم میں ہو کہ آزادی کے بعد ان پر کیا بنی تو مہربانی فرما کر وہ اب بھی مجھے مطلع کردیں تاکہ وہ ہماری تاریخ کا حصہ بن جائے۔

مرحوم نے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹی اور چار بیٹے یادگار چھوڑے۔ بابر احمد شادی شدہ ہیں اور کپڑے کا کاروبار کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عامر محمود صاحب اوکاڑہ میں محمود پولی کلینک کے نام سے پرائیویٹ پریکٹس کرتے ہیں اور نصرت جہاں سکیم کے تحت تین سال کا وقف کرکے ستمبر ۱۹۹۳ء سے ستمبر ۱۹۹۶ء تک ایاپا لیگوس (نائیجیریا) میں خدمت سرانجام دے چکے ہیں۔ شادی شدہ ہیں لیکن ابھی اولاد کوئی نہیں۔ اللہ انہیں پاکیزہ اولاد سے نوازے۔ اس وقت نائب قائد ضلع اور ناظم خدمت خلق ضلع ہیں۔ مکرم اظہر محمود ناصر صاحب غیر شادی شدہ ہیں اور سول انجینئرنگ میں .Ph.D کرنے کے لئے آسٹریلیا گئے ہوئے ہیں۔ لقمان احمد طاہر صاحب غیر شادی شدہ ہیں اور لقمان کارپوریشن کے نام سے اوکاڑہ میں ہی کیمیکلز کا کام کرتے ہیں اور خدام الاحمدیہ کی ضلعی عاملہ میں ناظم اشاعت، ناظم مال، ناظم عمومی کے علاوہ جماعت کے نائب سیکرٹری جائیداد ہیں۔ مکرمہ لبنیٰ ناصر صاحبہ ہومیوپیتھک فائنل ائر کی طالبہ ہیں اور ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔ لجنہ اوکاڑہ شہر کی جنرل سیکرٹری کے طور پر خدمت کر رہی ہیں۔ شہید مرحوم کی بیوہ ضلع اوکاڑہ کی لجنات کی نائب صدر ہیں۔

چودھری عبدالحمید صاحب شہید۔ محراب پور سندھ۔ تاریخ شہادت ۱۰/اپریل ۱۹۸۴ء۔ آپ ۱۹۴۷ء میں چودھری سلطان علی صاحب مرحوم کے ہاں ملتان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۷ء میں میٹرک اور ۱۹۵۹ء میں F.Sc پاس کیا۔ بعدازاں جب آپ کے والد تجارت کے سلسلہ میں محراب پور میں جاکر آباد ہوئے تو آپ بھی اپنے والد کے کاروبار سے منسلک ہوگئے۔ آپ کے والد خاندان بھر میں اکیلے احمدی تھے۔ آپ نے 13 سال کی عمر میں خود بیعت کی۔ بوقتِ شہادت آپ محراب پور ضلع نوابشاہ کی جماعت احمدیہ کے صدر تھے۔

واقعہ شہادت: ۱۰/اپریل ۱۹۸۴ء کو دس بجے کے قریب آپ ایک غیر احمدی عالم مولوی شاہ محمد صاحب کی عیادت کے بعد اپنی آڑھت کی دکان کی طرف آرہے تھے۔ راستہ میں ایک جلد ساز کی دکان پر بچوں کی کتابیں جلد کروانے کے لئے دی ہوئی تھیں۔ اس دکاندار سے کتابوں کے بارہ میں پوچھ کر آپ نے سائیکل چلایا ہی تھا کہ پیچھے سے ایک شخص سچل سومرو نے آواز دی کہ "عبدالحمید میری بات سننا"۔ آواز سن کر آپ نے سائیکل سے پاؤں نیچے رکھا ہی تھا کہ اس نے پیچھے سے آکر آپ کے سینے میں تیز چھری گھونپ دی۔ آپ سائیکل سے اتر کر نیچے بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ سے چھری پکڑ کر سینے سے باہر نکالی مگر اس کے زخم سے آپ کا پھیپھڑا بری طرح مجروح ہوگیا تھا۔ قریبی ہسپتال سے مرہم پٹی کے بعد نوابشاہ ہسپتال لے جاتے ہوئے آپ راستہ میں ہی اپنے مولا کے حضور حاضر ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

قاتل کو لوگوں نے موقع پر ہی پکڑ کر پولیس کے حوالہ کردیا۔ اس نے کہا کہ یہ قادیانی ہے اور مَیں نے اسی لئے اسے مارا ہے اور جہاد کیا ہے۔ بہرحال اس پر مقدمہ چلا اور قریباً تین سال بعد رجب علی ایڈیشنل سیشن جج نے اسے تین سال قید کی سزا سنائی اور ساتھ ہی فیصلہ میں لکھا کہ ملزم ۱۰/اپریل ۱۹۸۴ء سے ۱۳/مئی ۱۹۸۶ء تک جیل میں رہا ہے، قید کا یہ عرصہ اس کی سزا سے منہا ہوگا۔ گویا عملاً اسے کوئی بھی سزا نہ دی گئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ شہید مرحوم نے اپنے آخری لمحات میں اپنے بیٹوں اور بڑے بھائی کو وصیت کی کہ قاتل کے خلاف کسی قسم کی کوئی انتقامی کارروائی نہ کی جائے کیونکہ میں نے اسے معاف کردیا ہے اور مجھے اس کی بدولت اعلیٰ اور ارفع مقام نصیب ہو رہا ہے۔ شہید مرحوم بہت شگفتہ مزاج اور ہنس مکھ تھے۔ حقوق اللہ کے علاوہ حقوق العباد کا بھی خیال رکھتے تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ چودھری صاحب کے قاتل اور اس کے اہل خانہ کی تمام ضروریات ایک عرصہ تک چودھری صاحب مرحوم نے اپنی جیب سے پوری کیں لیکن اس نے علماء سوء کے بہکانے پر اپنے ہی محسن کو شہید کردیا۔

شہید مرحوم نے بیوہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور پانچ بیٹے چھوڑے۔ جن کی تفصیل یہ ہے: منور احمد محراب پور کے صدر جماعت اور قائد علاقہ سکھر ڈویژن ہیں۔ حافظ محمد ناصر صاحب جرمنی میں مقیم ہیں۔ محمد احسن صاحب محراب پور میں رہائش پذیر ہیں۔ مظفر حسن صاحب اور محمد اسلم صاحب دونوں بھائی ہالینڈ میں آباد ہیں۔ بیٹیاں بشریٰ فضیلت صاحبہ اور سلمٰی ندرت صاحبہ شادی شدہ ہیں۔ اور یہ سارے بچے اپنے گھروں میں خداتعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہیں اور دینی و دنیاوی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

شہادت **قریشی عبدالرحمٰن صاحب شہید۔ سکھر۔** تاریخ شہادت یکم/مئی ۱۹۸۴ء۔ مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب ۱۹۱۱ء میں سیالکوٹ کے ایک گاؤں دولت پور میں حضرت قریشی غلام محی الدین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں پیدا ہوئے۔ تعلیمی زندگی کا آغاز پسرور سے کیا اور انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ ۱۹۳۲ء میں ریلوے ہائی سکول سکھر میں ایک معلم کی حیثیت سے متعین ہوئے اور یہیں سے ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد آپ پنجاب آنا چاہتے تھے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ارشاد پر سکھر میں ہی قیام کیا۔ اڑتالیس سال تک مختلف دینی خدمات پر مامور رہے۔ شہادت کے وقت آپ سکھر اور شکارپور کے اضلاع کی جماعتوں کے امیر تھے۔ آپ نہایت مخلص، ہمدرد، عبادت گزار اور فنافی اللہ احمدی تھے۔ آپ کا اکثر وقت احمدیہ دارالذکر میں ہی گزرتا تھا۔

واقعہ شہادت: یکم/مئی ۱۹۸۴ء کو آپ مسجد میں نماز مغرب ادا کرنے کے بعد اپنے گھر

واپس آرہے تھے کہ رستہ میں چُھپے ہوئے چھ حملہ آوروں نے آپ پر برچھیوں اور خنجروں سے حملہ کردیا۔ ایک حملہ آور نے بائیں طرف سے آپ پر تین وار کئے جن میں سے ایک آپ کے پیٹ پر لگا اور انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ زخمی حالت میں آپ گھر کی طرف چلے تو دوسرے حملہ آور نے بلّم نما ہتھیار سے پیٹھ پر آٹھ اور بائیں کنپٹی پر ایک وار کیا۔ شور سن کر گھر کی مستورات باہر نکلیں تو ابھی آپ زندہ تھے۔ آپ نے نے سختی سے ان کو واپس جانے کی ہدایت کی۔ قاتلوں کے بھاگ جانے کے بعد آپ کے اہل خانہ آپ کو گھر لے آئے۔ آپ کی بہو نے پانی پلایا لیکن پانی ابھی حلق سے نیچے نہیں اترا تھا کہ آپ زخموں کی تاب نہ لاکر اپنے حقیقی مولا سے جاملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ قریشی صاحب شہید کے قتل کا مقدمہ تو درج ہوا مگر پولیس نے کسی قاتل کو گرفتار نہیں کیا۔

شہید مرحوم کے پسماندگان میں چھ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ آپ کے دو بڑے بیٹے قریشی ناصر احمد صاحب M.A. پروفیسر گورنمنٹ کالج سکھر اور قریشی مبارک احمد صاحب مربی سلسلہ وفات پاچکے ہیں۔ جبکہ باقی بیٹوں میں سے قریشی منور احمد صاحب M.Sc ایگریکلچر آفیسر حیدر آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ قریشی رفیع احمد صاحب سابق اسیر راہ مولا سکھر میں ملازم ہیں اور ان کے اہل خانہ ربوہ میں مقیم ہیں۔ قریشی نعیم احمد صاحب سکھر میں رہتے ہیں اور کھاد فیکٹری میں ملازم ہیں۔ قریشی حنیف احمد صاحب اپنے خاندان کے ساتھ لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ کی دونوں بیٹیاں نصرت بیگم صاحبہ اور فضیلت بیگم صاحبہ شادی شدہ ہیں اور کراچی میں آباد ہیں۔ سارا خاندان اللہ کے فضلوں کا گواہ بنا ہوا ہے۔

ڈاکٹر عبدالقادر صاحب چینی شہید۔ فیصل آباد۔ تاریخ شہادت ۱۶/جون ۱۹۸۴ء۔ ڈاکٹر عبدالقادر صاحب کے والد قاری غلام مجتبیٰ صاحب نے ابتدائی تعلیم ہائی سکول ربوہ میں پائی۔ پھر آپ MBBS کر کے نہایت کامیاب فزیشن اور سرجن بنے۔ فیصل آباد میں مقیم تھے اور نہایت مخلص احمدی تھے۔ اپنی ذاتی شرافت اور نیک دلی کی وجہ سے خاص و عام میں مقبول تھے۔ ہر دلعزیز اور فرض شناس تھے اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار رہتے تھے۔

۱۶/جون ۱۹۸۴ء کو دن کے تقریباً پونے بارہ بجے پیپلز کالونی فیصل آباد میں آپ اپنی کوٹھی میں موجود تھے اور روزے سے تھے کہ ایک شخص نعیم اللہ ہاشمی بیماری کے بہانے آپ کی کوٹھی پر آیا۔ آپ نے اُسے اندر بلالیا۔ اُس نے پیٹ درد کی شکایت کی چنانچہ ڈاکٹر صاحب اُسے دیکھنے کے لئے نیچے جھکے تو اُس نے چھرے سے آپ کے بازو پر ایک اور پیٹ میں دو وار کئے اور بھاگ نکلا۔ آپ کا ملازم شور سن کر قاتل کے پیچھے بھاگا اور تھوڑی دور جاکر لوگوں کی مدد سے اسے پکڑ لیا اور پولیس کے حوالہ کردیا۔ ڈاکٹر صاحب کو زخمی حالت میں ہسپتال لایا گیا مگر زخم اتنے کاری تھے کہ آپ جانبر نہ ہوسکے اور ایک بجے کے قریب ہسپتال میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بوقتِ شہادت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔

مجرم نے پولیس کو کئی جھوٹے بیانات دیئے۔ کبھی کہا کہ ڈاکٹر صاحب نے اسے بیماری کا جعلی سرٹیفکیٹ دینے سے انکار کردیا تھا۔ کبھی کہا کہ میں نے ڈاکٹر صاحب سے دوائی کیلئے پیسے مانگے تھے جو انہوں نے نہیں دیئے۔ وغیرہ۔ گو ایڈیشنل سیشن جج فیصل آباد محمد اسلم ضیاء نے اسے عمر قید کی سزا دی مگر ہائیکورٹ نے ملزم کو بری کردیا۔ شہید مرحوم نے اپنے پسماندگان میں بیوہ محترمہ طاہرہ قادر صاحبہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ڈاکٹر رضوان قادر چھوڑے جو کہ آجکل ڈیٹرائیٹ امریکہ میں مقیم ہیں۔ آپ کی بیٹیوں میں سب سے بڑی بیٹی ڈاکٹر نائلہ احمد ڈاکٹر سلیم احمد صاحب کی اہلیہ ہیں۔ دوسری بیٹی ڈاکٹر شہلا ظفر اللہ خانصاحب آف نیروبی کی اہلیہ ہیں اور تیسری بیٹی ڈاکٹر فائزہ رحمان ہیں جو مکرم ڈاکٹر لطف الرحمان صاحب امریکہ کی اہلیہ ہیں۔ سوائے شہلا کے شہید مرحوم کا سارا خاندان اب امریکہ میں آباد ہے۔

ضمناً یہاں یہ بھی ذکر کردوں کہ مکرمہ آپا سارہ صاحبہ اہلیہ کرنل صادق ملک صاحب آف راولپنڈی کی وفات پر میں نے ذکر کیا تھا کہ آپ چینی صاحب کی بیٹی تھیں۔ اول تو آپ قاری غلام مجتبیٰ صاحب جو چینی کہلاتے تھے ان کی بیٹی نہیں بلکہ نواسی تھیں۔ یہ درستی ریکارڈ میں ہو جانی چاہئے۔ دوم یہ کہ قاری صاحب چینی نہیں تھے۔ غالباً اس لئے چینی مشہور ہوگئے کہ ان کی دوسری شادی ہانگ کانگ میں ایک چینی خاتون سے ہوئی تھی اور عبدالقادر صاحب چینی شہید فیصل آباد اسی چینی بیوی کے بطن سے تھے جبکہ سارہ بیگم کی والدہ غیر چینی ماں کے بطن سے تھیں۔

ڈاکٹر انعام الرحمٰن صاحب انور شہید۔ سکھر۔ تاریخ شہادت ۱۵/مارچ ۱۹۸۵ء۔ آپ مولوی عبدالرحمان صاحب انور کے ہاں ۷/۱۹۳ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قادیان ہی میں حاصل کی۔ میٹرک ربوہ سے کیا۔ لاہور سے ہیلتھ ٹیکنیشن کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے سندھ جاکر میڈیکل پریکٹس شروع کی۔ نہایت مخلص، غریبوں کے ہمدرد اور جماعتی کاموں سے گہرا لگاؤ رکھنے والے انسان تھے۔ آپ سکھر، شکارپور اور جیکب آباد کے اضلاع کی مجالس انصار اللہ کے ناظم تھے۔ بوقتِ شہادت سکھر کے نزدیک گوٹھ عبدو کی سرکاری ڈسپنسری کے انچارج کے طور پر ملازمت کررہے تھے۔

آپ کی بیگم مکرمہ امۃ الحفیظ شوکت صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن لوگوں نے آپ کو حالات خراب ہونے اور اس کے نتیجہ میں درپیش خطرات سے آگاہ کیا تو آپ نے یہ کہہ کر علاقہ چھوڑنے سے انکار کردیا کہ پھر تو یہ علاقہ احمدیت سے خالی ہو جائے گا۔ آپ کے تمام بہن بھائیوں اور عزیز و اقارب نے بھی سندھ چھوڑنے کا مشورہ دیا مگر اس وقت بھی حامی نہ بھری بلکہ کہنے لگے کہ شاید سندھ کی سرزمین میرا خون مانگتی ہے۔ اور پھر سینہ پر ہاتھ مار کر کہنے لگے کہ میں اس کے لئے تیار ہوں۔

۱۵/مارچ ۱۹۸۵ء کو مسجد احمدیہ سکھر میں نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد آپ اپنی بیگم صاحبہ کے ساتھ گوشت خریدنے کے لئے بازار گئے اور ایک دوکان سے گوشت لے کر ابھی جیب سے پیسے نکالنے لگے تھے کہ اچانک پیچھے سے دشمنوں نے بندوق اور چاقوؤں سے آپ پر حملہ کردیا جس سے آپ کا جسم خون میں لت پت ہوگیا۔ آپ نے اپنے خون میں انگلیاں ڈبو کر "لا الہ الا اللہ" لکھا اور وہیں تڑپتے تڑپتے جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر انچاس سال کے قریب تھی۔ شہید مرحوم نے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی یادگار چھوڑے۔ آپ کے بیٹے محمود الرحمان صاحب انور شادی شدہ ہیں اور سوئٹزر لینڈ میں مقیم ہیں جبکہ بیٹی امۃ النصیر انور صاحبہ اہلیہ فضل الرحمان صاحب انور ہمبرگ جرمنی میں مقیم ہیں۔

چودھری عبدالرزاق صاحب شہید۔ بھریارووڈ (سندھ)۔ تاریخ شہادت ۷/اپریل ۱۹۸۵ء۔ آپ مکرم عبدالستار صاحب کے ہاں 1929ء میں گوکھووال ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کر کے پہلے ایک دوست کے پاس بطور اکاؤنٹنٹ کام شروع کیا جو آپ کی دیانت، معاملہ فہمی اور قابلیت سے اتنا متاثر ہوئے کہ آپ کو اپنے کاروبار میں حصہ دار بنالیا۔ بعد ازاں آپ نے سندھ جاکر بھریارووڈ میں کپڑے کا کاروبار شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت دی کہ آپ ایک کاٹن فیکٹری، کھاد کی ایجنسیوں اور تقریباً دو سو ایکڑ اراضی کے مالک بن گئے۔ غلّہ منڈی بھریارووڈ کے منتخب صدر بھی رہے۔ مکرم چودھری صاحب ایک صابر و زاہد انسان تھے۔ تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ غرباء اور مساکین کا بہت خیال رکھتے۔ خلیفہ وقت کے ہر حکم پر لبیک کہتے۔ آپ شروع سے ہی بھریارووڈ ضلع نوابشاہ کی جماعت کے مقامی صدر تھے۔ شہادت سے ایک سال قبل امیر ضلع بھی مقرر ہوئے۔

۱۹۸۴ء کے آرڈیننس کے بعد آپ کو گمنام خطوط کے ذریعہ متواتر دھمکیاں ملتی رہتی تھیں کہ مسلمان ہو جاؤ ورنہ قتل کردئے جاؤ گے مگر آپ کبھی بھی ان دھمکیوں سے خوفزدہ نہیں ہوئے۔ ۷/اپریل ۱۹۸۵ء کو حسب معمول اپنی آڑھت کی دکان پر بیٹھے تھے کہ دن کے گیارہ بجے ایک بدبخت نے آپ پر گولی چلادی جس سے آپ موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ واردات کے بعد قاتل کو لوگوں نے پکڑ کر پولیس کے حوالہ کردیا۔ میر محمد نامی قاتل کا تعلق شر قوم سے تھا۔ قاتل نے ابتدائی بیان میں کہا کہ چودھری عبدالرزاق قادیانی اور کافر تھا اس لئے اُن کو قتل کر کے میں نے اپنے لئے جنت میں جگہ بنائی ہے۔

پسماندگان میں شہید مرحوم نے ضعیف والدہ اور بیوہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور پانچ بیٹے یادگار چھوڑے۔ بڑے بیٹے مکرم چودھری محمود احمد صاحب قائد ضلع نوابشاہ اور قائد نوشہرو فیروز رہے ہیں۔ آجکل ناظم مجلس انصار اللہ بھریارووڈ ہیں۔ آڑھت کا کاروبار کرتے ہیں اور اپنی خاندانی زمینوں کی نگرانی بھی آپ کے ذمہ ہے۔ شادی شدہ ہیں۔ دوسرے بیٹے چودھری ناصر احمد صاحب نے اپنے والد صاحب کی شہادت سے پہلے ہی کاروبار سنبھال لیا تھا مگر زندگی نے وفا نہ کی اور جنوری ۱۹۹۴ء میں وفات پاگئے۔ تیسرے بیٹے چودھری اعجاز احمد صاحب شادی شدہ ہیں اور بھریارووڈ میں ہی ایک میڈیکل سٹور چلارہے ہیں۔ جماعتی خدمات کے لحاظ سے آجکل ناظم انصار اللہ علاقہ کی حیثیت سے کام کررہے ہیں۔ چوتھے بیٹے ڈاکٹر طاہر احمد صاحب لیاقت میڈیکل کالج سے MBBS کرنے کے بعد آجکل نوابشاہ ہسپتال میں کام کررہے ہیں اور ناظم اصلاح وارشاد علاقہ ہیں۔ پانچویں بیٹے طارق احمد صاحب نے B.Sc تک تعلیم حاصل کی اور اب چھوٹی سطح پر کنسٹرکشن (Construction) کا کام کررہے

ہیں۔ آپ کی بیٹیوں میں سے ساجدہ صاحبہ کی شادی مکرم عبدالواسع صاحب سے ہوئی جو آجکل جرمنی میں مقیم ہیں۔ اور دوسری صاحبزادی کی شادی مکرم محمد منور صاحب ابن چودھری عبدالحمید صاحب شہید آف محراب پور سے ہوئی۔ یہ محراب پور ہی میں رہائش پذیر ہیں۔

شہادت **ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر صاحب شہید ۔ حیدرآباد**۔ تاریخ شہادت ۹/جون ۱۹۸۵ء۔ آپ حضرت مولانا عبدالماجد صاحب بھاگلپوری کے پوتے اور پروفیسر سید عبدالقادر صاحب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کے والد کو ۱۹۰۲ء میں پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریری بیعت کرنے کی اور پھر ۱۹۰۳ء میں قادیان آکر دستی بیعت کرنے کی توفیق ملی۔

مکرم ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر صاحب ۲۱/اکتوبر ۱۹۲۱ء کو پیدا ہوئے۔ کلکتہ سے میٹرک کرنے کے بعد ۱۹۴۶ء میں پٹنہ میڈیکل کالج سے ڈاکٹری پاس کی اور پاکستان آرمی میں بحیثیت میجر ملازمت اختیار کرلی۔ پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے آنکھوں کے معالج کی حیثیت سے کام شروع کیا اور بطور معالج اتنی شہرت پائی کہ دور دور سے آنے والے بگڑے ہوئے مریض آپ کے ہاتھ سے شفا پا جاتے۔ بیس سال لیاقت میڈیکل کالج میں بطور پروفیسر تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ کچھ عرصہ فضل عمر ہسپتال میں بھی کام کیا۔ غرباء کا مفت علاج کرتے تھے۔ قرآن کریم سے عشق تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کا بہت شغف تھا۔ باوجود مخالفت کے بےدھڑک تبلیغ کرتے۔ شہادت کے وقت آپ اپنے حلقہ کے صدر جماعت تھے۔

واقعہ شہادت: ۹/جون ۱۹۸۵ء کو آپ دن کے وقت کار پر اپنے گھر پہنچے تو گھر کے قریب ہی چھپے ہوئے دو سندھیوں نے آپ پر حملہ کردیا اور آپ کی گردن پر چاقو کے پے درپے وار کئے۔ آپ نے کار کا ہارن بجایا تو قاتل بھاگ گئے۔ پھر آپ ہمّت کر کے خود کار چلا کر قریبی ہسپتال پہنچے لیکن اُس وقت تک بہت خون بہہ چکا تھا جس کی وجہ سے جانبر نہ ہو سکے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ پولیس نے مقدمہ تو درج کیا لیکن کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ شہید مرحوم بکثرت غرباء کے علاج پر اپنے پاس سے خرچ کیا کرتے تھے اور ان کے بچوں کے لئے بھی اخراجات دیا کرتے تھے۔ نہایت بے نفس، بےلوث انسان تھے۔ خدمت اپنوں اور غیروں سبھی کی کی مگر کبھی کسی سے کوئی جزانہ چاہی۔ ساری زندگی یکطرفہ احسان کا سلسلہ جاری رکھا۔

ان کی شہادت کے موقعہ پر مَیں نے خطبہ میں جماعت کو سمجھایا کہ "یہ جو شہادتیں ہو رہی ہیں۔ ان شہادتوں کے نتیجہ میں وہ پاکیزہ لوگ اور وہ پیارے وجود پاکستان سے رخصت ہو رہے ہیں جو دراصل پاکستان کی بقا کے ذمہ دار ہیں۔ یہ ایسے وجود ہیں کہ جن پر خدا کی رحمت کی نظر پڑتی ہے تو باقی لوگ بھی بخشے جاتے ہیں"۔

پسماندگان میں آپ نے بیوہ محترمہ ناصرہ بنت ظریف جو بے حد مخلص اور فدائی احمدی ہیں کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے جو اخلاص میں والدین ہی کے رنگ میں رنگین ہیں۔ بیٹی نصرت بنت عقیل اہلیہ میجر طارق بن ابراہیم کراچی میں مقیم ہیں۔ دونوں بیٹے مسلم بن عقیل اور عون بن عقیل ناروے میں آباد ہیں۔ دونوں ڈاکٹر ہیں اور دینی و دنیاوی نعمتوں سے مالامال ہیں۔

شہادت محمود احمد صاحب اٹھوال شہید پنوں عاقل۔ سندھ۔ یہ اب وقت ہو چکا ہے میں اسی لئے نظر بار بار اٹھا کے دیکھتا رہا ہوں۔ یہ باقی ذکر بعد میں چلیں گے۔